اُردو شاعری میں نسائی حسن کے آرائشی لوازمات

Accessories for beauty of Women in Urdu poetry

ڈاکٹر شاذیہ رزاق[1]

Abstract:

Women apply and use different things to enhance their beauty. The beauty of women is a great part of Urdu poetry and popular source to express the feelings of human. Those things which are being used by women to enhance their beauty are also being described in a beautiful and romantic way by the poets. In this article the author has described those things through the classical and modern way of writings by the poets, to show the signs of civilization and culture of specific era as well as the beauty of Urdu poetry. These things are also the symbol of different shades of life and trends of literature.

Keywords: Women, Beauty,Poetry,romance,civilization, culture,trends

خواتین اپنی خوبصورتی کو بڑھانے کے لئے مختلف چیزوں کو استعمال کرتی ہیں۔ خواتین کی خوبصورتی اردو شاعری کا ایک بہت بڑا موضوع ہے اور انسان کے احساسات و جذبات کے اظہار کا وسیلہ بھی۔ وہ چیزیں جو خواتین اپنی خوبصورتی میں اضافہ کے لئے استعمال کرتی ہیں انہیں بھی شاعروں نے خوبصورت اور رومانوی انداز میں قلمبند کیا ہے۔ ان چیزوں کو کلاسیکی اور جدید شاعری میں تہزیب و ثقافت اور ادب و زندگی کے مختلف رجحانات کے حوالے سے شعراء نے جس طور استعمال کیا ہے اس کا احاطہ اس مقالے کا موضوع ہے۔

کلیدی الفاظ: عورت، خوبصورتی، شاعری، رومانیت، تہزیب، ثقافت، رجحانات، آرائش

جدید اردو شاعری کے موضوعات اور اسلوب کا کینوس نہایت وسیع ہے۔ مختلف النوع موضوعات کے تحت عورت اور اس کے وجود سے تعلق رکھنے والے نفسیاتی و حسیاتی، معاشرتی و طبقاتی مسائل کو شعراء نے اپنے فکر واحساس کی بنیاد بنایا ہے۔ محبوب کا حسن اور سراپا، اس کے خد و خال، رویے اور بناؤ سنگھار، کلاسیکی و جدید شاعری کے اہم موضوعات رہے ہیں۔ اسی مناسبت سے عورت اور اس سے جڑے آرائشی لوازمات بھی اردو شاعری میں کسی نہ کسی موضوع کے تحت استعمال ہوتے رہے جن سے نہ صرف ایک خاص عہد کی تہذیب و ثقافت جھلکتی ہے بلکہ یہ مختلف ادبی و شعری رویوں کی پہچان بھی بن کر سامنے آتے ہیں۔

دبستان دلّی ہو یا دبستان لکھنو، ہر علاقے کی اپنی تہذیبی روایت اور شعری رویوں کے تحت شعراء نے نسوانی آرائشی لوازمات کو اپنے کلام میں جگہ دی مثلاً:

---

[1] اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، لاہور کالج آف ویمن یونی ورسٹی، لاہور

چوڑی مینے کی ہاتھ میں ڈالی
اور جگنی ہی باندھ لی خالی
پہنے دو تین چار گہنے اور
کیا بانکا ہے اپنا سارا طور [۱]
مسی کا وہ لعل لب پہ جو بن
گلبرگ بنا تھا برگ سوسن
کاجل نہیں آنکھ میں تھا زنہار
اک مست کے ہاتھ میں تھی تلوار
چھپکا وہ موتیوں کا سر پر
انجم شب تار میں منور
تھیں بالیاں کانوں میں جڑاؤ
یا بیٹھے تھے برگ گل پہ جگنو [۲]

لکھنو میں چونکہ عورت کے کردار اور رویے سے وہاں کی تہذیب کے اثرات کے تحت آزادی، بے باکی اور بے حجابی وابستہ ہے اس لیے اس دبستان کے شعراء نے بھی کھل کر نسوانی حسن کی تعریف کی اور اس خارجیت کے دلدادہ ماحول میں عورت کے بناؤ سنگھار، لباس اور آرائشی لوازمات بھی بعض اوقات مبتذل اور فحش موضوعات کے اظہار کا ذریعہ بنتے رہے لیکن دلّی میں سات چلمنوں میں چھپا ہوا نسوانی حسن شاعر کے تخیل میں اپنے رنگ دکھاتا نظر آتا ہے اور اس کی تصویر کشی میں سنبھلا ہوا، اور قدرے محتاط انداز جھلکتا ہے اس لیے یہاں کے شعراء کے ہاں یہ آرائشی لوازمات عاشق اور محبوب کے دل کی کیفیات اور حسن کی کرامات کا حصہ بن کر سامنے آتے ہیں۔

دلّی میں بھی شعراء نے جہاں محبوب کے حسن کی تعریف کی وہاں اس کے آرائشی لوازمات حسن کو بھی موضوع سخن بنایا مثلاً:

پاؤں میں جب وہ حنا باندھتے ہیں
میرے ہاتھوں کو جدا باندھتے ہیں[۳]
لوح تبسم لب آلودہ مسی
میرے لئے تو تیغ سیہ تاب ہو گئی[۴]
دونوں لب اس کے لعل بدخشاں
دست حنائی پنجہ مرجاں[۵]
سرمے سے ایسی آنکھیں تمہاری نہیں لگیں
احوال پر ہمارے تمھیں کب نگاہ ہے[۶]
دکھاتا کان کا بالا جو تو رخسار پر اپنے
ترے حلقہ بگوشی میں مہ ہالہ نشیں ہوتا [۷]
کان کے بالے کے موتی الجھے بالوں میں نہیں
ہیں یہ اس مار سیاہ زلف خم درخم کے دانت[۸]
چنی تو نے افشاں جو اے مہ جبیں
ستاروں میں کیا کیا چنان و چنیں ہے[۹]
مجھے مہتاب میں سے آج کچھ خوشبو سی آتی ہے
لگا کر عطر بیٹھا ہے وہ شاید ماہتابی میں [۱۰]

دلّی اور لکھنو سے الگ اپنی منفرد پہچان کے ساتھ نظیر اکبر آبادی عوام الناس کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کی تصویر کشی کرتے ہیں تو اپنی نظموں میں آرائشی لوازمات حسن کو بھی جگہ دیتے ہیں مثلاً:

جو دیکھا میں نے ان مہندی بھرے ہاتھوں کا ہل جانا
انگوٹھی، بانک، چھلے، آرسی کا پھر نظر آنا
مرا دل ہو گیا اس شمع رو چنچل کا پروانا
بھلا کیونکر نہ ہوں یاروں میں اس کو دیکھ دیوانا
کہ ہنوویں جس پری رو کے پری ہاتھ اور پری مہندی [۱۱]

اپنی ایک نظم ''پری کا سراپا'' میں ان آرائشی اشیاء کی تفصیل کچھ یوں تحریر کرتے ہیں:

تھی پہنے دونوں ہاتھوں میں کافر جو کڑے گنگا جمنی
کچھ شوخ کڑوں کی جھنکاریں، کچھ جھمکے چوڑی باہوں کی
یہ دیکھ کے عالم عاشق کا سینے میں نہ تڑپے کیونکر جی
وہ پتلی پتلی انگشتیں، پوریں وہ نازک نازک سی
مہندی کی رنگت، فندق کی بنت، چھلوں کی چھلاوٹ ویسی ہے
وہ کافر دھج جی دیکھ جسے سو بار قیامت کا لرزے
پازیب، کڑے، پائل، گھنگرو، کڑیاں، چھڑیاں، گجرے توڑے
ہر جنبش میں سو جھنکاریں، ہر ایک قدم پر سو جھمکے
وہ چنچل چال جوانی کی، اونچی ایڑی، نیچے پنجے
کفشوں کی کھٹک، دامن کی جھٹک، ٹھوکر کی لگاوٹ ویسی ہے ۱۲

اس روایت کی پاسداری میں جدید شاعری میں بھی محبوب کا حسن اور اس کا لباس اس کے وجود سے جڑے آرائشی لوازمات کا استعمال دکھائی دیتا ہے یہاں یہ آرائشی لوازمات ایسی موضوعاتی وسعت سے ہم کنار ہوتے ہیں جو اردو شاعری میں کبھی پہلے دکھائی نہیں دیتی۔

جدید شاعری کی ابتدا حالی اور آزاد سے ہوتی ہے لیکن اس دور میں آرائش حسن سے متعلقہ لوازمات کو موضوع سخن بنانے کا رجحان دکھائی نہیں دیتا اگرچند مثالیں ملتی بھی ہیں تو وہ اس حوالے سے اتنی اہم نہیں مثلاً حالی لکھتے ہیں:

کرے گا کیا ترا کحل الجواہر اے کحّال
نہیں یہ آنکھ ہی دیدار یار کے لائق [۱۳]

اس دور میں شعراء سیاسی، قومی، سماجی اور تاریخی موضوعات کی جانب زیادہ مائل نظر آتے ہیں اور تقاضہ وقت کے پیش نظر محبوب اس کے حسن کا بیان اور اس کی آرائش سے متعلقہ لوازمات قابل توجہ نہیں

رہتے اسی لیے شاعری میں بھی جگہ نہیں پاتے البتہ علامہ محمد اقبال کے ہاں فطرت کے حسن کے حوالے سے ان لوازمات کا خوبصورت استعمال دیکھنے کو ملتا ہے مثلاً:

مہندی لگائے سورج جب شام کی کرن کو
سرخی لیے سنہری ہر پھول کی قبا ہو [۱۴]
آ میں تجھے دکھا دوں رخسار روشن اس کا
نہروں کے آئینے میں شبنم کی آرسی میں [۱۵]

حسرتؔ نے بھی جہاں محبوب کے پیراہن، خوشبو اور زلف و قد کی تعریف میں اشعار لکھے وہاں اس کے حسن کی آرائشی لوازمات کو بھی موضوع سخن بنایا مثلاً:

شوق میں مہندی کے وہ بے دست و پا ہونا تیرا
اور مرا وہ چھیڑنا وہ گدگدانا یاد ہے [۱۶]
محتاج بوئے عطر نہ تھا جسم خوب یار
خوشبوئے دلبری تھی جو اس پیرہن میں تھی [۱۷]

حسرت نے ان آرائشی لوازمات کو محبوب کے قدرتی حسن کے سامنے اتنا اہم نہیں گردانا اس لیے ان کے ہاں ان لوازمات سے زیادہ محبوب کا حسن قابل توجہ ٹھہرا جیسے اقبالؔ نے اپنے کلام میں فطرت کے حسن کو بنیاد بنایا اور فطرت ایک محبوبہ کی صورت ان کے کلام میں اپنے جلوے دکھاتی ہے چنانچہ یہ آرائشی لوازمات ان کے ہاں بھی فطرت کے قدرتی حسن کا حصہ بن کر سامنے آتے ہیں الگ کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔

ان اشیاء کے آئینے میں عہد خاص کی تہذیب و ثقافت کو بھی بخوبی دیکھا جا سکتا ہے، ''پری کا سراپا'' میں استعمال ہونیوالی آرائشی اشیا اس دور کی خواتین کے طرز آرائش و زیبائش کے ساتھ ساتھ بناؤ سنگھار کے مختلف زاویوں کی بھی عکاس بن جاتی ہیں۔ ایک عورت کے وجود سے وابستہ سولہ سنگھار سے شعراء کی وابستگی کا اظہار اسی لیے اہم ہو جاتا ہے کہ اس وابستگی میں ایک شاعر کے دلی جذبات کے ساتھ ساتھ اس دور کی خواتین کے سجنے سنورنے اور اپنے حسن کو آراستہ کرنے کے طریقوں کا بھی پتا چلتا ہے۔ اگرچہ عورت کے وجود کے

ساتھ حسن اور اس حسن کے حوالے سے محبوب کے گیسو و زلف، آنکھیں، قد و قامت، لباس، لب، خالِ رخ اور دیگر سراپا شاعروں کا محبوب موضوع رہا ہے لیکن اس حسن اور سراپا کو آراستہ کرنے والی اشیاء نے بھی اپنی اہمیت منوائی ہے۔

جدید عہد میں عشق اور حسن کے بدلتے ہوئے معیارات نے عاشق اور محبوب کے کردار کو بھی تبدیل کر دیا لیکن محبت کے معیارات کی تبدیلی کے باوجود عورت سے متعلقہ آرائشی اشیا کا طلسم نہیں ٹوٹا۔ میراجیؔ نے ایک جگہ لکھا ہے:

اور ترے بالوں میں یہ چمپا کے پھول
اور نازک ہاتھ پہ لپٹا ہوا گجرا ترا
اور گلے میں ایک ہار
آہ تیرے سب سنگھار
کھینچتے ہیں دل کے تار [۱۸]

گویا جدید شاعری میں بھی عورت کا وجود اپنے قدرتی حسن اور احساسات و جذبات کے ساتھ ساتھ، اپنی آرائش و زیبائش اور سنگھار کے حوالے سے بھی بے حد اہم ہے۔ یہ آرائش اس کے حسن کو دوبالا کرتی ہے اور شاعر اس کے نشے میں سرشار اپنے خیالات کا اظہار کرتا چلا جاتا ہے۔ شاعر کے دل کے تاروں کو چھیڑنے والے یہ آرائشی لوازمات اُسے رشک پر ابھارتے ہیں اور وہ مجید امجد کی طرح یہ کہہ اٹھتا ہے:

کاش میں تیرے بن گوش کا بُندا ہوتا
رات کو بے خبری میں جو مچل جاتا میں
تو ترے کان سے چپ چاپ نکل جاتا میں [۱۹]

سچ پوچھیے تو آرائشی لوازمات سے جذبات کی وابستگی کے اس خوبصورت اظہار نے ہی مجھے اس موضوع پر اظہار خیال کی جانب مائل کیا اور ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا ہے کہ کیا جدید شاعری میں اس حوالے سے اور بھی مثالیں موجود ہیں اور کیا عہد جدید میں بھی کہ جہاں مادہ پرستی کا رواج ہے، ایسے حساس اور

خوبصورت موضوعات کو اہمیت دی جاتی ہے؟ اس سلسلے میں جب مختلف شعراء کے کلام کا مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ شاید ہی کوئی شاعر ایسا ہو جس نے جدید شاعری میں بھی عورت کی آرائش سے متعلقہ اشیاء کو اہم نہ جانا ہو۔ مثلاً میرا جی کہتے ہیں:

پہلے سپنوں میں آتی ہے پازیبوں کی جھنکاروں میں
آوارہ کر کے چین مرا چھپ جاتی ہے سیاروں میں [۲۰]
چاندی کی پازیب کے بجتے گھنگروؤں سے کھیلے
ریشم کی رنگین لنگی کی سرخ البیلی ڈوری
نازک نازک پاؤں برقعے کو ٹھکراتے جائیں
چھم چھم بجتی جائے پائل ناچتی جائے ڈوری
ہائے سنہری تلے کی گلکاری والی چپلی
جس سے جھانکے مست سہاگن مہندی چوری چوری [۲۱]

مجید امجد کے درج بالا اشعار میں چاندی کی پازیب، پائل، ریشم کی لنگی کی ڈوری، سنہری تلے کی گلکاری والی چپلی اور اس چپلی سے جھانکتی مہندی، نہ صرف شاعری کے قوی مشاہدے کی دلیل ہیں بلکہ ان جذبات میں شاعر کے احساسات کا رچاؤ بھی اپنی مثال آپ ہے جس نے ان لوازمات کے ذریعے اس کے محبوب کا نقشہ ہماری آنکھوں کے سامنے کھینچ کر رکھ دیا ہے۔

جدید شاعری میں شعراء نہ صرف ان آرائشی اشیا کا حسن دیکھتے اور دکھاتے ہیں بلکہ ان کی خوبصورتی کو فطرت سے منسلک کر کے اس طور پیش کرتے ہیں کہ فطرت کا حسن اور عورت کی آرائش و زیبائش ایک دوجے کے ہم پلہ نظر آتے ہیں مثلاً منیر نیازی کے یہ اشعار دیکھیے:

اس کے ریشمی کپڑے ہیں یا تیز ہوا کا زور
چھن چھن کرتی پازیبیں ہیں یا پتوں کا شور
آنکھیں نیند سے بوجھل ہیں پر دل بھی ہے بے چین
اسی طرح سے کٹ جائے گی کاجل جیسی رین [۲۲]

چھت پر پازیبوں کے سُر کا اجلا پھول کھلا
بندیا کے رنگوں میں دکھ کا ساگر ڈوب گیا
لاج کی خوشبو کا سندیسہ چاروں اور بڑھا [۲۳]

فطرت کے حسن میں ایک عورت کی آرائش کی آمیزش سے دل کے بوجھ اور شب ہجر کی طوالت و تاریکی کو ایک شاعر ہی کم کر سکتا ہے۔ محبوب کی موجودگی میں اِن اشیاء کی اہمیت اور اس کی عدم موجودگی میں اس کی یادِ اِن آرائشی اشیاء سے وابستہ، ہمہ وقت شاعر کے دل کو آباد رکھتی ہے وہ کہتا ہے:

کسی کی شربتی نظر
کوئی مہکتا پیرہن
دمکتی سرخ چوڑیاں
چمکتا ریشمی بدن
کوئی اداس رہ گزر
حنا کے رنگ میں بسے
کسی نگر کے بام و در
رہیں گے یاد عمر بھر [۲۴]

بعض اوقات یہی آرائشی لوازمات کسی کی عدم موجودگی کا شدید احساس دلاتے نظر آتے ہیں اور شاعر کے کرب و تجسس کو بڑھاتے ہیں۔ چوڑیوں والی کلائی اور جھومروں والی جبیں کی تلاش اسے بے چین و بے قرار رکھتی ہے اور موتی موجود نہ ہو کر کبھی اپنی موجودگی کا اعتراف کراتا ہے:

کسی کا چہرہ ہے کہیں ان گھونگھٹوں کے درمیاں
چوڑیوں والی کلائی، جھومروں والی جبیں
ممٹیوں پر سے پھسلتا ہی نہیں کنکر کوئی
کون ہے موجود؟ جو موجود بھی شاید نہیں [۲۵]

شاعر کا کرب و تجسس تو اپنی جگہ کہیں کہیں یہ آرائشی لوازمات محبوب یا عورت کے اپنے دکھ اور کرب کی شدت کا اشارہ بھی بنتے ہیں۔ مثلاً پائلوں کا شور اگر خوشی کے اظہار سے جڑا ہے تو ان کی خاموشی کسی کے دکھ کا استعارہ بن جاتی ہے:

کہیں سلونے شیام ہیں نہ گوپیوں کا پھاگ ہے
نہ پائیلوں کا شور ہے نہ بانسری کا راگ ہے
بس اک اکیلی رادھیکا ہے اور دکھ کی آگ ہے [۲۶]

یہی آرائشی لوازمات ایک شاعر یا عاشق کے بہتے آنسوؤں اور درد کی شدت سے ریزہ ریزہ ہوتے دل کی صدا بھی بن جاتے ہیں اور وہ اپنے اس کرب کو اپنی زندگی کا مقصد گردانتے ہوئے اپنی آنکھوں سے بہنے والے آنسوؤں کو آب دار موتیوں کی طرح ایک مالا میں پرو کر محبوب کے گلے کی زینت بنتے دیکھنا چاہتا ہے اور اسی کو اپنی زندگی کا آخری مقصد کہتا ہے:

مری ہستی کا سرمایہ ہیں یہ نور آفریں موتی
کہ سلک کہکشاں بھی جن کی قیمت ہو نہیں سکتی
ابھی ان موتیوں کو عمر بھر دامن میں رولوں گا
اور آخر ان کی اک رنگین مالا میں پرو لوں گا
ترے قدموں میں گر کر پریم سندر کی حسیں دیوی
اسی مالا کو میں تیرے گلے میں لا کے ڈالوں گا
اور اپنی زندگی کے آخری مقصد کو پالوں گا [۲۷]

شاعر کو اپنے دل کی دھڑکن اور پائل کی لے میں ایسی مناسبت معلوم ہوتی ہے کہ وہ اسی دھن کی مستی میں سرشار تمام عمر اپنے محبوب کے نام پر گزار دینا چاہتا ہے کہتا کیونکہ دھڑکن کی لے سے ابھرتی پازیبوں کی مدھم، مسحور کن جھنکار اُسے زندہ رہنے کی آس دیتی ہے:

میرے دل کا ہر اک تار
بن کر نغمے کی اک دھار

ظاہر کرتا ہے تیرے پازیبوں کی مدھم، موہن
مستی لانے والی جھنکار [۲۸]

ایسے اشعار کو پڑھ کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ مشینی دور میں سانس لینے والا شاعر بھی محبت کے ازلی سحر کا شکار ہو کر، لحہ بہ لحہ بدلنے والی زندگی کے تیز رفتار تغیر و تبدل کی قید سے ماورا چوڑیوں اور پازیبوں کی دھن پر رقصاں، وجد کے عالم میں مادیت کے سارے بت پاش پاش کر دینا چاہتا ہے اور ہر طرف محبت کا راج دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ نسوانی آرائش کے انہی اشیاء میں اپنا سکھ ڈھونڈتا اور مایوسی کے عالم میں بھی انہیں یاد کرتے ہوئے بڑے پر امید لہجے میں کہتا ہے:

کانوں میں دو بندے جیسے ننھے منے جھولے ہیں
چنچل اچپل سندرتا کے سکھ میں سب کچھ بھولے ہیں
پھر پاؤں کی پازیبیں پریمی کو راگ سنائیں گی
میٹھے لمحوں کی باتوں کے گیتوں سے بہلائیں گی [۲۹]

یہی آرائشی لوازمات حسن فطرت کا حصہ بنتے ہوئے بیتے لمحوں کی یاد اور تنہائی کے احساس کا مداوا بھی بنتے ہیں:

ساری رات جگاتی ہے
بیتے لمحوں کی جھاجھن
لال کھجوروں نے پہنے
زرد بگولوں کے کنگن
تنہائی میں تیری یاد
جیسے ایک سریلی دھن
جیسے جل پریوں کا ناچ
جیسے پائل کی جھن جھن [۳۰]

اِن آرائشی اشیاء کی وساطت سے فطرت کے حسین مناظر کی تصویر کشی بھی کی جاتی ہے۔ فطرت کے حسن کی اس نقشہ کشی میں فطرت ایک خوبصورت محبوبہ کے روپ میں ڈھل جاتی ہے جو یہ آرائشی لوازمات زیب تن کیے ہر ذی روح کے لیے باعث تسکین ہے مثلاً:

کلی جب ہے شبنم کے جھومر سے سجتی
مری روح میں کیسی بنسی ہے بجتی [۳۱]
جب ساون رُت کی پون چلی تم یاد آئے
جب پتوں کی پازیب بجی تم یاد آئے [۳۲]

فطرت خود بہت حسین ہے اور جب اس حسن میں اِن آرائشی لوازمات حسن کی آمیزش ہوتی ہے تو اس کی خوبصورتی بڑھ جاتی ہے اور حسن میں اضافہ پراسراریت کو جنم دیتا ہے جو دل پر اثر کرتی ہے:

چاندی کا اک پھول گلے میں
ہاتھ میں بادل کا ٹکڑا تھا
ماتھے پر سورج کا جھومر
چنگاری کی طرح اڑتا تھا [۳۳]

پروین شاکر نے جہاں جدید دور میں ایک عورت کے جذبات کی بھرپور عکاسی کی وہاں اس نے ایک عورت کے فکر واحساس پر مفاد پرست اور سنگدل معاشرے کے ہاتھوں نفسیاتی وجذباتی استحصال کی بھی ترجمانی کی اس کے ہاں عورت کے آرائشی لوازمات اور فطرت کے حسین مناظر کے یہ خوبصورت ملاپ دیکھئے:

وہی نرم لہجہ
کسی شوخ لمحے میں اس کی ہنسی بن کر بکھرے
تو ایسا لگے
جیسے قوس قزح نے کہیں پاس ہی اپنی پازیب چھنکائی ہو
ہنسی کی وہ رم جھم!
کہ جیسے بنفشی چمکدار بوندوں کے گھنگرو چھنکنے لگے ہوں!

کہ پھر اس کی آواز کا لمس پا کر
ہواؤں کے ہاتھوں میں ان دیکھے کنگن کھنکنے لگے ہوں!
وہی نرم لہجہ!
مجھے چھیڑنے پر جب آئے تو ایسا لگے
جیسے ساون کی چنچل ہوا
سبز پتوں کی جھانجھن پہن
سرخ پھولوں کی پائل بجاتی ہوئی
میرے رخسار کو گاہے گاہے شرارت سے چھونے لگے [۳۴]

اس نظم میں ایک عورت کے احساسات کا فطرت کے حسن میں جذب ہو کر مختلف آرائشی اشیا کی صورت اظہار پانا اپنی مثال آپ ہے۔ اسی طرح اس کی نظم ''کانچ کی سرخ چوڑی''، ''کنگن بیلے کا'' بھی دیکھی جاسکتی ہے۔ پروین شاکر ہی کی ایک نظم ''کنیادان'' میں ان اشیاء کی خوبصورت استعمال دیکھیے:

بال صندل کے پانی میں بھیگے ہوئے
جسم چندن کے مس سے دمکتا ہوا
گوری گوری کلائی سے لپٹی ہوئی موتیے کی لڑی
سرخ زر تار جوڑے میں سمٹی ہوئی ایک کچی کلی
گاہے گاہے جھلکتی ہوئی موہنی شکل وہ چاند سی
چوڑیوں کی کھنک
اور پائل کی چھن چھن سے چھنتی ہوئی
کیسی پیاری ہنسی [۳۵]

انہی اشیاء کی وساطت سے ایک عورت کے دکھ کا اظہار بھی سامنے آیا اور اگر یہ اظہار ایک عورت کے قلم سے ہو تو اس کی تاثیر اور بھی گہری ہو جاتی ہے:

میں دلہن ایسی بنی لیکن
کہ مہندی تھی نہ افشاں

اور نہ ابٹن کا خمار
آنکھ میں کاجل کی تحریریں بھی
اپنوں سے جدائی کے غم میں ڈھل گئیں [۳۶]

اس دور کی عورت کے معیارات، سوچنے کا انداز ایسا کہ جذبات واحساسات بھی مادی دنیا کے مادی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں اور اس رنگ کو عہد جدید کی شاعری میں بخوبی دیکھا جا سکتا ہے۔ مادہ پرست عہد میں ایسی عورت صرف حسن کی دیوی نہیں رہتی بلکہ مادیت کے زنگ سے عیب دار بھی نظر آتی ہے۔ اس حوالے سے یہ آرائشی لوازمات بعض اوقات عہد جدید کی عورت کے عیوب کا پردہ بھی بن جاتے ہیں مثلاً:

مانگ دعا ترا آنچل میرے ہاتھ سے کبھی نہ چھوٹے
تیرا کجرا، تیرا گجرا، تیری جھانجر ہوں میں [۳۷]
پہلی رات کے چاند پہ ایسے جھکی ہوئی ہے اک بدلی
زلف کرے سرگوشی جیسے تیرے کان کی بالی ہے [۳۸]
ناہید خشتیوں سے چھپا کے ہیں عیب بھی
چشمے نہ ہوں تو آنکھ کا پردا کہاں سے آئے [۳۹]

ایک شاعر ان اشیاء کی وساطت سے اپنے دل کے نہاں خانوں میں چھپی خواہشوں کا اظہار بھی کرتا ہے اور فطرت کو ہمراز بناتے ہوئے بڑی خوبی سے دل کے راز محبوب پر آشکار کر دیتا ہے:

شرم سے دوہرا ہو جائے گا کان پڑا وہ بندا بھی
بادِ صبا کے لہجے میں اک بات میں ایسی پوچھوں گا [۴۰]

انہی اشیا کو استعمال کرتے ہوئے شعراء نے نفسیاتی و جذباتی کش مکش کو بھی علامتی و استعاراتی انداز میں بڑی روانی سے قلم بند کیا ہے یہ کش مکش عورت اور مرد دونوں میں دیکھی جا سکتی ہے۔ شاعر کا کمال یہ ہے کہ وہ ان دونوں کی مختلف نفسیاتی کیفیات کو اِن آرائشی لوازمات میں بڑی خوبصورتی سے قاری کے دل میں اتار دیتا ہے:

دیکھو یہ سر سے دوپٹہ سرکا
اُف یہ زلفوں سے الجھتی ہوئی بالی، توبہ
بڑھتے بازو انھیں پھر تھام لیا کرتے ہیں
بڑھنے والوں کو یہ معلوم نہیں
جھوٹ اک بار جواں ہوتا ہے [۴۱]

اپنے ایک گیت میں ساحر لکھتے ہیں:

جاگ کے تن کی اگنی سو گئی
بڑھ کے تھم گئی من کی ہلچل
اپنا گھونگھٹ آپ الٹ کر
کھول دی میں نے پاؤں کی پائل
اب ہے چین ہی چین سجن تم سو جاؤ [۴۲]

یہی لوازمات ٹوٹتی پھوٹتی، فنا ہوتی تہذیبوں کی یادگار بن کر بھی سامنے آتے ہیں۔ جنھیں دیکھ کر کسی گوری کی کلائیاں یا کسی کی خوبصورت گردن میں آراستہ زیور کی یاد تازہ ہو جاتی ہے بلکہ یہ اُس فنا ہو چکی تہذیب کا استعارہ بھی بن جاتے ہیں:

کس گوری کے ہیں یہ کنگن
یہ کنٹھا کس نے پہنا تھا [۴۳]

یہ لوازمات معاشرے کی معاشی، سیاسی اور طبقاتی صورتحال کے حوالے سے شاعر کے افکار و خیالات کے اظہار کا وسیلہ بنتے ہیں:

یہاں سات، بچوں کے تنور
ہر لحظہ فریاد کرتے ہوئے
اور خانم کے
گلگلو نہ غازہ و کنبش و موزہ کے

یہ روز افزوں تقاضے
اُدھر یہ گرانی
اِدھر یہ مزاحت کا کرسی، فقط شاخ ہو [۴۴]

عورت کی آرائش سے جڑی یہ اشیا وقت اور زندگی کے گہرے بھیدوں کا بھی استعارہ بنتی ہیں۔ مثلاً مجید امجد اپنی نظم ''امروز'' میں حال کے لمحے کی اہمیت کے حوالے سے لکھتے ہیں:

پڑوسن کے آنگن میں پانی کے نلکے پہ یہ چوڑیاں جو کھنکنے لگی ہیں
یہ دنیائے امروز میری ہے میرے دل زار کی دھڑکنوں کی امیں ہے ۴۵

اپنی نظم ''بارش کے بعد'' میں کہتے ہیں:

ناچتی سکھیوں کی بجتی ہوئی پایل کی وہ تان
سینہ وقت سے پھوٹی ہوئی موجِ الہام [۴۶]

وقت کے گردش کرتے رتھ میں سوار، زندگی کو ڈھونڈتے اور پکارتے ہوئے، حقیقت کے اِک سیل بے اماں میں آنچلوں کی جھم جھماہٹ اور پائلوں کی چھم چھم کی اہمیت سے آگاہ یہ شاعر کہتا ہے:

آنچلوں کی جھم جھماہٹ پائلوں کی چھم چھم
اس طرف باہر سر کوئے عدم
ایک طوفاں، ایک سیل بے اماں
ڈوبنے کو ہیں مرے شام و سحر کی کشتیاں
اے نگارِ دل ستاں
اپنی نٹ کھٹ انکھڑیوں سے میری جانب جھانک بھی
زندگی اے زندگی! [۴۷]

مجموعی طور پر کہا جاسکتا ہے کہ عورت کے وجود کی اہمیت تو ہر دور کی شاعری میں تسلیم کی گئی لیکن اس کی آرائش سے جڑے مختلف لوازمات حسن بھی ہر دور کی شاعری کا موضوع رہے۔ کلاسیکی شاعری کی طرح جدید شاعری میں بھی ان اشیاء کے حوالے سے مختلف النوع مضامین باندھے گئے۔ اگرچہ جدید شاعری میں

معیارات حسن بدلے ہوئے نظر آتے ہیں لیکن آرائشی لوازمات حسن کی وساطت سے شعراء نے اپنے احساسات وافکار کا جس طور اظہار کیا ہے وہ بھی قابل ستائش ہے، خواہ ان اشیاء کی خوبصورتی کا بیان ہو خواہ ان کے وساطت سے فطرت کے حسن کا اظہار، خواہ اِن کے ذریعے تہذیبی وروایتی طرز زندگی کی عکاسی ہو، خواہ ایک شاعر کی اداسی و تنہائی کا مداوا، ان اشیاء کی یاد ہو یا ان کی وجہ سے داخلی و خارجی دنیا میں آنے والے انقلابات، ہر موضوع کو بڑی خوبی سے باندھا گیا ہے۔ جدید شاعری میں حقیقت کے مہیب اور تلخ پہلوؤں کی عکاسی کے ساتھ ساتھ ان لطیف اور خوبصورت آرائشی لوازماتِ حسن کا بیان اس بات کا بین ثبوت ہے کہ مشینیں ذہنوں پر راج کر سکتی ہیں دلوں پر نہیں دل ہر دور میں مشین کی حاکمیت سے آزاد رہا ہے اس پر کوئی بند نہیں باندھا جاسکا۔ یہ آج بھی چوڑیوں کی چھن چھن اور پازیبوں کی چھم چھم میں دھڑکتا ہے۔ ابٹن، مہندی، کاجل، بندیا، جھومر، کنگن، بالی، بندے اِسے امید کی دوڑ سے باندھے جذبوں اور احساسات کی دنیا میں لیے پھرتے ہیں اور انہی جھروکوں سے وہ وقت کی بدلتی ساعتوں میں چھپے فکر وفلسفہ کے بھید بھی جاننے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔

حوالہ جات

۱۔ ابواللیث صدیقی، لکھنو کا دبستان شاعری (کراچی: غضنفر اکیڈمی، ۱۹۸۷ء)، ص ۳۶۵۔

۲۔ ایضاً، ص ۴۷۔

۳۔ مرزا غالب، دیوان غالب (نسخہ عرشی) (علی گڑھ: انجمن ترقی اردو، ۱۹۵۸ء)، ص ۵۸۔

۴۔ ایضاً، ص ۹۶۔

۵۔ میر تقی میر، کلیات میر (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۶ء)، ص ۱۶۴۔

۶۔ ایضاً، ص ۹۳۲۔

۷۔ بہادر شاہ ظفر، کلیات ظفر (جلد سوم، چہارم) (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۶ء)، ص ۶۔

۸۔ ایضاً، ص ۳۶۔

۹۔ جمیل جالبی، ڈاکٹر، تاریخ اردو ادب (لاہور: مجلس ترقی ادب، س ن)، ص ۴۳۳۔

۱۰۔ ایضاً، ص ۲۶۵۔

۱۱۔ نظیر اکبر آبادی، کلیات نظیر، ص ۲۹۸۔

۱۲۔ ایضاً، ص ۳۳۴۔

۱۳۔ اقبال محمد، علامہ، کلیاتِ اقبال (لاہور: اقبال اکادمی، ۱۹۹۴ء)، ص ۷۹۔

۱۴۔ ایضاً، ص ۱۹۹۔

۱۵۔ حسرت موہانی، کلیات حسرت موہانی، مرتبہ: رانا خضر سلطان (لاہور: بک ٹاک، ۲۰۰۶ء)، ص ۱۷۸۔

۱۶۔ ایضاً، ص ۱۷۲۔

۱۷۔ حالی الطاف حسین، دیوان حالی (لاہور: خزینہ علم وادب، ۲۰۰۱ء)، ص ۱۳۔

۱۸۔ میراجی، کلیات میرا جی، مرتبہ: ڈاکٹر جمیل جالبی (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۶ء)، ص ۵۳۔

۱۹۔ مجید امجد، کلیات مجید امجد (لاہور: فرید بک ڈپو، ۲۰۱۱ء)، ص ۴۹۔

۲۰۔ میراجی، کلیات میرا جی، ص ۶۰۔

۲۱۔ مجید امجد، کلیات مجید امجد، ص ۲۴۸۔

۲۲۔ منیر نیازی، کلیات منیر نیازی، ص ۲۹۔

۲۳۔ ایضاً، ص ۵۷۔

۲۴۔ ایضاً، ص ۳۸۔

۲۵۔ مجید امجد، کلیات مجید امجد، ص ۹۷۔

۲۶۔ منیر نیازی، کلیات منیر نیازی، ص ۳۸۔

۲۷۔ مجید امجد، کلیات مجید امجد، ص ۱۹۵۔

۲۸۔ میراجی، کلیات میرا جی، ص ۴۸۔

۲۹۔ ایضاً، ص ۶۴۔

۳۰۔ ناصر کاظمی، کلیات ناصر کاظمی، ص ۵۳۔

۳۱۔ مجید امجد، کلیات مجید امجد، ص۲۱۶۔

۳۲۔ ناصر کاظمی، کلیات ناصر (لاہور: فضل حق اینڈ سنز، ۱۹۹۲ء)، ص۱۵۳۔

۳۳۔ ایضاً، ص۵۶۔

۳۴۔ پروین شاکر، ماہِ تمام، ص۱۰۱۔

۳۵۔ ایضاً، ص۱۹۹۔

۳۶۔ کشور ناہید، کلیات کشور ناہید (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۱ء)، ص۲۶۴۔

۳۷۔ قتیل شفائی، رنگ خوشبو روشنی (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، س۔ن)، ص۱۳۸۔

۳۸۔ ایضاً، ص۲۷۶۔

۳۹۔ کشور ناہید، کلیات کشور ناہید، ص۲۹۔

۴۰۔ امجد اسلام امجد، ہم اس کے ہیں (لاہور: جہانگیر بک ڈپو، سن ندارد)، ص۲۵۷۔

۴۱۔ میرا جی، کلیات میرا جی، ص۲۹۱۔

۴۲۔ ساحر لدھیانوی، کلیات ساحر (لاہور: خزینہ علم وادب، ۲۰۰۱ء)، ص۳۳۸۔

۴۳۔ ایضاً، ص۹۷۔

۴۴۔ راشد، ن۔م، کلیات راشد، ص۱۹۹۔

۴۵۔ مجید امجد، کلیات مجید امجد، ص۱۰۱۔

۴۶۔ ایضاً، ص۹۵۔

۴۷۔ ایضاً، ص۱۳۷۔